تقریر

تقریر بابت رمضان المبارک
وقت 5-7 منٹ

ماہِ رمضان اور روزہ کی اہمیت، فرضیت، فضیلت اور برکات

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرہ:186)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اِس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو اُس میں مَیں کیا دعا مانگوں۔ اِس پر حضورؐ نے فرمایا۔ تُم یوں دعا کرنا اے میرے خدا تُو بخشنے والا ہے۔ بخشش کو پسند کرتا ہے۔ مجھے بخش دے اور میرے گناہ معاف کر دے۔

(ترمذی۔کتاب الدعوات)

ہاں ہاں نگاہِ رحم ذرا اس طرف بھی ہو
بحر گنہ میں ڈوب رہا ہوں بچا مجھے

سامعین کرام آمین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان و روزہ کی فضیلت، فرضیت اور اہمیت کو سنتے ہیں۔

روزہ دار کا خدا خود متکفل ہوتا ہے

حضورؓ نے فرمایا:

”جب **روزہ دار خدا تعالیٰ کے لئے اپنے رزق کو چھوڑتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کا متکفل ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس کا فرض ہے۔** خدا تعالیٰ کے لئے فرض کا لفظ تو نہیں بولا جا سکتا۔ مگر فرض اس لئے کہتے ہیں کہ خود اس نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ کہ وہ اس کو رزق دیتا ہے۔ اور اس سے بہتر دیتا ہے جو کہ انسان اس کی خاطر چھوڑتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ آتا ہے۔ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (النساء:87) انسان جب خدا کے لئے جسمانی رزق ترک کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے لئے روحانی رزق مہیا فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روحانیت میں ترقی کرنے اور خدا سے شرف مکالمہ پانے کے لئے روزے ضروری ہوئے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی سے پہلے روزے رکھے۔ (بخاری کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم) اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی چھ ماہ تک رکھے۔ پس اس طرح روزے سے روحانیت اور تقویٰ میں ترقی ہوتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19/ مئی 1922ء)

روزہ کا ثواب ہے

فرمایا:

”روزہ کا ثواب ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ دار کا اجر میں ہی ہوں۔(مسلم کتاب الصوم فضل الصیام و بخاری کتاب الصوم) پھر اور بہت سے فوائد ہیں، انسان بہت سی ہلاکتوں اور تکلیفوں سے بچ جاتا ہے۔

پس یہ مہینہ خدا کے فضلوں کا مہینہ ہے اس سے جس قدر ہو سکے فائدہ اٹھالو۔ جس طرح بہت سے ایسے انسان ہیں جن کو یہ رمضان دیکھنا نصیب نہیں ہوا اسی طرح بہت ایسے ہوں گے جنہیں اگلا رمضان دیکھنا نصیب نہ ہو گا اور کون جانتا ہے کہ مَیں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جنہوں نے نہیں دیکھنا اس لئے ہر ایک کو اس رمضان میں خیر حاصل کرنے کی خوب کوشش کرنی چاہیے۔“

فرمایا:

”اور یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی ہوتی ہے کہ وہ کسی کو نیکی کے کرنے کا موقع دیتا ہے۔ بہت سے لوگ تھے جو اس جگہ بیٹھے ہوئے لوگوں سے طاقتور اور قوی تھے۔ مگر گزشتہ رمضان کے بعد اور اس رمضان سے پہلے دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اس رمضان میں انہیں نیکی کرنے کا موقع نہیں ملا۔ پھر بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو باوجود یہ کہ زندہ ہیں لیکن اس مہینہ سے فائدہ اٹھانے کا انہیں موقع ہی نہیں ملا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان پر اس بات کی حقیقت ہی نہیں کھلی کہ خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ پھر بہت سے ایسے ہیں جو قسم قسم کی بیماریوں کی وجہ سے رمضان کے مہینہ سے وہ فوائد نہیں اٹھا سکتے جو تندرست اٹھاتے ہیں۔

پس وہ لوگ جن پر خدا تعالیٰ نے فضل کیا ہے کہ اول تو انہیں مسلمان بنایا۔ دوسرے اتنی سمجھ دی کہ روزہ کی غرض کو سمجھیں۔ تیسرے اتنی صحت دی کہ روزہ رکھ سکیں چوتھے اتنی عمر دی کہ ایک اور رمضان کی برکات حاصل کر سکیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی شکر کرنا واجب ہے۔

یہ مہینہ اپنے ساتھ بڑی بڑی برکتیں لایا کرتا ہے پہلی عظیم الشان برکت تو یہی ہے کہ جن لوگوں کو سستی اور کاہلی کی وجہ سے سارا سال نماز تہجد نصیب نہیں ہوتی اس مہینہ میں نصیب ہو جاتی ہے اور وہ لوگ جو صبح کی نماز سورج چڑھنے کے قریب پڑھتے ہیں، ان کو بھی موقع مل جاتا ہے کہ رات کے وقت خدا تعالیٰ کی عبادت کریں اور تہجد پڑھیں۔ چونکہ سب لوگ سحری کو اُٹھتے ہیں اس لئے سست آدمی بھی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں، یوں اگر انہیں اٹھایا جائے تو کئی بہانے کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ شور و غل میں نیند پورے طور پر نہیں آتی۔ رمضان کے مہینہ میں چونکہ عام طور پر لوگ اٹھتے ہیں اس لئے کاہل بھی اُٹھ بیٹھتے ہیں اور تہجد پڑھنے کا انہیں موقع مل جاتا ہے.... تہجد چونکہ فرض نہیں اس لئے اس کے پڑھنے میں سستی کی جاتی ہے۔ روزہ چونکہ فرض ہے اس لئے اس کے لئے سحری کو اٹھنا پڑتا ہے اور ساتھ ہی نفل پڑھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ اور یہ ثواب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 16/جولائی 1915ء)

سحری کے وقت کا تعین

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرۃ:188) یعنی رمضان کے ایام میں سحری کا وقت اس وقت تک ہے جب تک کہ صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر نہ آنے لگے۔ مگر پنجاب میں بہت سے زمیندار رمضان کی راتوں میں سفید اور سیاہ تاگا اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور چونکہ تاگا اچھی روشنی میں ہی نظر آتا ہے اس لئے وہ اس وقت تک خوب کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ جب تک انہیں سیاہ اور سفید تاگا الگ الگ نظر نہ آنے لگے۔ اسی طرح تشبیہ اور استعارہ کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں اگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا ذکر آجائے تو بعض لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ بھی نعوذباللہ اسی طرح گوشت پوست کا ہے جس طرح ہمارا ہے۔ اور اگر انہیں کہا جائے کہ ہاتھ سے مراد خدا تعالیٰ کی طاقت ہے تو وہ کہیں گے کہ تم تاویلیں کرتے ہو۔ جب خدا نے ہاتھ کا لفظ استعمال کیا ہے تو تمہارا کیا حق ہے کہ تم اس کی تاویل کرو۔ یا خدا تعالیٰ کے متعلق اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کے الفاظ پڑھ لیں تو جب تک وہ خدا تعالیٰ کو ایک سنگ مرمر کے تخت پر بیٹھا ہوا تسلیم نہ کریں انہیں چین ہی نہیں آئے گا۔ حالانکہ دنیا کی ہر زبان میں تشبیہ اور استعارہ کا استعمال موجود ہے...... غرض جس طرح دنیا

کی ہر زبان میں مجاز اور استعارات کا استعمال پایا جاتا ہے اسی طرح الہامی کتابیں بھی ان استعارات کو استعمال کرتی ہیں۔ مگر وہ لوگ جو استعارہ اور مجاز کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ انہیں ظاہر پر محمول کر لیتے ہیں اور اس طرح خود بھی ٹھوکر کھاتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی ٹھوکر کا موجب بنتے ہیں۔“

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 55-56، ایڈیشن 2023ء)

سحری کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”**انسان کا روزوں میں سحری کھانا بھی ثواب میں داخل ہوتا ہے۔** کیونکہ سحری کا وقت اصل میں کھانے کا نہیں۔ نفس نہیں چاہتا کہ اس وقت اٹھے اور کھانا کھائے۔ وجہ یہ کہ کھانا کھانے کا وہ وقت نہیں ہوتا۔ لیکن انسان خدا کے حکم کے مطابق اٹھتا ہے اور کھانا کھاتا ہے۔ اس لئے اس کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ پھر اس کا دل چاہتا ہے کہ دن میں کھائے۔ مگر اس کو کہا جاتا ہے کہ اس وقت مت کھاؤ۔ اور شام کے وقت کھانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کا بھی اس کو ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ اگر شام کا کھانا وہ اپنی مرضی سے کھاتا تو وہ اس وقت سے پہلے بھوک لگنے پر کسی وقت کھا لیتا۔ مگر اس نے خدا کے حکم کے مطابق اس کھانے کے وقت کو پیچھے کر دیا اس لئے اس کو ثواب ملتا ہے۔ پس **روزوں میں دونوں وقت کے کھانوں میں ثواب ملتا ہے۔**

کیونکہ جس وقت یہ کھانا نہیں چاہتا اس کو کھانے کا حکم دیا جاتا ہے اور جس وقت سے پہلے کھانے کی خواہش اس کے دل میں ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے ابھی نہیں۔ اس کے بعد کھانا۔ پھر جماع چونکہ دن کے وقت روزے کی حالت میں اس پر حرام ہوتا ہے اور رات کو اس کو اجازت ملتی ہے۔ وہ بھی عبادت ہو جاتا ہے گویا ان دنوں میں انسان کا ہر فعل عبادت ہو جاتا ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا (المومنون:52) طیبات کھاؤ تا کہ صالح اعمال بجالاؤ۔ سؤر کا کھانا کیوں حرام ہے اس لئے کہ سؤر کے کھانے سے سؤر کے سے اعمال کی عادت ہوتی ہے اور **پاک چیزیں کھانے سے پاک جسم تیار ہوتا ہے۔**

رمضان میں چونکہ جسم عبادت سے تیار ہو گا اس لئے جو اعمال صادر ہونگے وہ بھی مطہّر اور پاک ہونگے پہلے تو جسم سے روح بنتی تھی مگر اب روح سے جسم تیار ہوتا ہے جو بقیہ گیارہ مہینہ کام آتا ہے در حقیقت ایسا انسان اس حد میں آجاتا ہے جس کا کھانا پینا خدا کے حکم سے ہوتا ہے اس کی شہوت بھی جو جسم کا حصہ ہے عبادت بن جاتی ہے اس کا کھانا پینا بھی عبادت ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا جسم عبادت سے تیار ہوتا ہے اور اس جسم سے عبادت ہی صادر ہو گی۔“

(خطبہ جمعہ 19/ مئی 1922ء)

آپؓ فرماتے ہیں:

”رمضان کے دنوں میں انسان سحری کے لئے اٹھتا ہے اور اس طرح عبادت کا موقع ملتا ہے اور اس وقت تہجد پڑھتا ہے اور **تہجد نفس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔**

اگرچہ رمضان میں اٹھتا تو کھانا کھانے کے لئے ہے لیکن اس کو شرم آجاتی ہے کہ جب اٹھا ہوں اور وقت بھی ہے تو کیوں تہجد نہ پڑھوں اور جب پڑھتا ہے تو اسے روحانیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ **تہجد نفسانیت کے توڑنے اور اس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔** جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً (المزمل:7) رات کا اٹھنا بہت سخت ہے اور نفس کے کچلنے اور اصلاح کرنے کے لئے بڑا ہتھیار ہے پس جب انسان کھانا کھانے کے لئے اٹھتا ہے تو تہجد بھی پڑھتا ہے جو ”اَشَدُّ وَطْاً“ ہے اور نفس کی اصلاح کے لئے ہتھیار ہے اور یہ ایک مہینہ کی مشق سارے سال میں کام آتی ہے۔ جیسا کہ پہاڑ پر ایک دو مہینہ رہنا باقی سال کے لئے مفید ہوتا ہے۔ یا کمزوری صحت کو دور کر دیتا ہے اور اس ایک مہینہ میں جسم کو بہت فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان میں ایک مہینہ تہجد پڑھنا مفید ہو جاتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 19/ مئی 1922ء)

سحری اور افطاری میں اعتدال

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اسی طرح افطاری میں تنوع اور سحری میں تکلفات بھی نہیں ہونے چاہئیں اور یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ سارا دن بھوکے رہے ہیں اب پُر خوری کر لیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ افطاری کے لئے کوئی تکلفات نہ کرتے تھے۔ کوئی کھجور سے، کوئی نمک سے، بعض پانی سے اور بعض روٹی سے افطار کر لیتے تھے۔ ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اس طریق کو پھر جاری کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے نمونہ کو زندہ کریں۔“

(تفسیر کبیر۔ سورۃ البقرہ زیر آیت 186)

سامعین! رمضان کا ایک مقصد غریبوں کا احساس بھی کرنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"بات یہ ہے کہ جسے کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو اسے اس کا احساس نہیں ہوتا۔ امراء چونکہ ان حالات میں سے نہیں گزرتے جن سے غرباء کو گزرنا پڑتا ہے۔ اس لیے انہیں ان کی تکالیف کا احساس نہیں ہوتا۔ مثلاً امیروں کو بھوک کی شکایت نہیں ہوتی۔ ان کو اگر شکایت ہوتی ہے تو بدہضمی کی ہوتی ہے اور ان کو معدہ کی طاقت کی دوائیں استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اگر نوکر سے ایک منٹ کھانا لانے میں دیر ہو تو خفا ہوتے ہیں اور اگر کہا جائے کہ وہ روٹی کھا رہا ہے تو کہتے ہیں کہ کیا وہ مرنے لگا تھا۔ پھر کھالیتا۔ وہ سارا سارا دن کام کراتے ہیں اور روٹی کے لیے کہتے ہیں پھر کھالینا۔ کیونکہ ان کو بھوک کا احساس نہیں ہوتا۔ ان کو غریبوں کے احساسات کا پتہ نہیں ہوتا۔ غریبوں کو رات رات جگاتے ہیں مگر ان کو اس تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ ان کو کوئی خبر نہیں ہوتی کہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو کھانا نہیں ملتا مگر جب امراء کو رمضان میں کہا جاتا ہے کہ رات کو جاگیں اور ان کو سحری کے لئے جاگنا پڑتا ہے اور ان کے آرام میں خلل آتا ہے تب ان کو دوسرے کے جاگنے کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ وہ کھانا کھاتے ہیں مگر ان کے کھانے کو دو وقت میں مقید کر دیا جاتا ہے کہ صبح سحری کے وقت اور بعد افطار۔ وہ اس وقت کو اس خیال سے کاٹتے ہیں کہ کھانے کے لئے تیار چیزیں ملیں گی اور وہ صبح کو پراٹھے کھاتے ہیں۔ لیکن غریب جس کو کوئی توقع نہیں ہوتی کہ آج اس کو ملے گا بھی یا نہیں اس کو تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ کیونکہ امیر سمجھتا ہے کہ ہم گھڑیاں گنتے ہیں کہ کب مؤذن اذان کہے اور ہم کھانا کھائیں۔ لیکن غریب کی حالت یہ ہے کہ اس کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ابھی کتنی راتیں اور کتنے دن اسی طرح گزارنے ہیں۔ پھر اگر کوئی بیمار ہو تو روزہ نہیں رکھتا۔ مگر غریب کو اپنی بیماری یا بچوں کی بیماری میں جہاں فاقہ کشی کی تکلیف ہوتی ہے وہاں دوائی کے لئے بھی پاس کچھ نہیں ہوتا۔ اگر غریب بیمار ہو اور ڈاکٹر اپنے فرض کے مطابق اس کو کہے کہ دودھ پیو تو وہ شرمندہ ہو کر گردن جھکالے گا کہ مجھے تو روٹی بھی نہیں ملتی دودھ کہاں سے لاؤں۔ ڈاکٹر اس کو چاول بتائے گا مگر اس کے گھر تو آٹا بھی نہیں ہوگا۔ پھر امیر کا روزہ اسی کا روزہ ہے مگر غریب کی بھوک میں اس کے بال بچے بھی شامل ہوتے ہیں۔ امیر خود نہیں کھاتا لیکن اس کے بال بچے کھاتے پیتے ہیں۔ اس لئے امیر کی تکلیف اس کے اپنے جسم تک محدود ہے مگر غریب کی تکلیف اس کے جسم سے گزر کر اس کی روح تک اثر کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھ اپنے ننھے بچوں کو بھی بھوکا دیکھ کر ایک اور تکلیف اٹھاتا ہے پھر امیر کے لئے بھوک کے مٹانے کا ہر لمحہ قریب آرہا ہوتا ہے لیکن غریب کے لئے کھانا ملنے کا وقت قریب آنے کی امید نہیں ہوتی۔ لیکن جب امیر خدا کے لئے روزے رکھتا ہے تو اسے غریبوں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور سخاوت کرتا ہے اور یہ سخاوت اس کو تقویٰ کی طرف لے جاتی ہے.... **تو روزہ سے ہر شخص میں اس کی حالت کے مطابق غرباء سے ہمدردی کا احساس بڑھ جاتا ہے۔** کیونکہ انسان سمجھتا ہے کہ جب مَیں ایک مہینہ میں اس قدر تکلیف اٹھاتا ہوں اور مجھ کو اس قدر تکلیف ہوتی ہے تو جن لوگوں پر بارہ مہینہ یہی کیفیت گزرتی ہے ان پر کیا حالت گزرتی ہوگی اور ان کی تکلیف کا کیا اندازہ ہوگا۔ پس رمضان میں بخیل کا بخل کم ہو جاتا اور جو بخیل نہ ہو اسے سخاوت کی عادت پڑتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 19/ مئی 1922ء)

سامعین! رمضان دعاؤں کی قبولیت کا بھی مہینہ ہے۔ حضورؓ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"**پھر رمضان کے دنوں میں دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔** ایک تو تہجد کے ذریعہ عبادت زیادہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور تسبیح اور تہجد زیادہ کی جاتی ہے علاوہ اس کے زیادہ دعاؤں کا موقع ملتا ہے اور **رمضان کو قبولیت دعا سے خاص تعلق بھی ہے۔** جیسا کہ خدا تعالیٰ رمضان کے ذکر کے ساتھ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ:187) میرے بندے جب میرے بارے میں سوال کریں تو ان سے کہو کہ مَیں قریب ہوں اور پکارنے والے کی دعا سنتا ہوں۔ چونکہ ان دنوں تمام عالم اسلامی دعاؤں میں مصروف ہوتا ہے۔ اس لیے دعائیں زیادہ سنی جاتی ہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس کام کو زیادہ لوگ مل کر کریں وہ عمدگی اور اچھی طرح ہو جاتا ہے۔ پس ایک تو روزوں میں عبادت زیادہ کی جاتی ہے۔ دوسرے دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور اس سے روحانیت کے سلسلہ میں ترقی ہوتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 19/ مئی 1922ء)

اعتکاف

سامعین! رمضان المبارک میں تمام عبادات کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف اس کا ایک ذریعہ ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مومن شہوات نفسانی اور لذات دنیوی سے قطع تعلق کر کے صرف خدا کی طرف اپنی توجہ رکھتا ہے اور عبادات اور دعاؤں میں شب و روز منہمک رہ کر خدا تعالیٰ کے فضلوں کا مورد بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ انہی دس راتوں میں لیلۃ القدر کا بھی ذکر ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ۔ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ کے کئی معنی ہیں جن کی وجہ سے رمضان اور قرآن کا حسین تعلق اور بھی آشکار ہو جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ۔ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ کے معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اوّل اس جگہ فِي تعلیلیہ ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس کے بارے میں قرآن کریم اُتارا گیا ہے یعنی رمضان المبارک کے روزوں کی اس قدر اہمیت ہے کہ ان کے بارے میں قرآن کریم میں خاص طور پر احکام نازل کیے گئے ہیں اور جس حکم کے بارے میں قرآنی وحی نازل ہو اس کے متعلق ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ کتنا اہم اور ضروری ہو گا۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ رمضان ایسا مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا چنانچہ حدیثوں سے صاف طور پر ثابت ہے کہ قرآن کریم کا نزول رمضان کے مہینہ میں شروع ہوا اور گو تاریخ کی تعیین میں اختلاف ہے لیکن محدثین عام طور پر 24/ تاریخ کی روایت کو مقدم بتاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ زرقانی دونوں نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ قرآن کریم رمضان کی 24/ تاریخ کو اُترنا شروع ہوا تھا۔

تیسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ رمضان میں پورا قرآن اُتارا گیا۔ جیسے احادیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اِنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ عَارَضَنِي الْآنَ مَرَّتَيْنِ یعنی جبریل ہر سال رمضان کے مہینہ میں تمام قرآن کریم کا میرے ساتھ ایک دور کیا کرتے تھے، مگر اس سال انہوں نے دو دفعہ دَور کیا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی قرآن نازل ہوا مگر رمضان المبارک کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں جس حد تک قرآن کریم نازل ہو چکا ہوتا تھا جبریل اس کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر دَور کیا کرتے تھے۔ گویا دوسرے الفاظ میں دوبارہ تمام قرآن کریم آپؐ پر نازل کیا جاتا۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 394-395)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”پس رمضان کلام الٰہی کو یاد کرانے کا مہینہ ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس مہینہ میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنی چاہئے اور اسی وجہ سے ہم بھی اس مہینہ میں درس قرآن کا انتظام کرتے ہیں۔ دوستوں کو چاہئے کہ اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا کریں اور قرآن کریم کے معانی پر غور کیا کریں تا کہ ان کے اندر قربانی کی روح پیدا ہو جس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔“

(تفسیر کبیر۔ سورۃ البقرہ زیر آیت 186)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”اور دعاؤں میں خصوصاً ایک رات کی دعا جو سال میں ایک دفعہ آتی ہے۔ بڑی قبولیت کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ سال میں رمضان کا آخری عشرہ ہے یعنی اعتکاف کے دنوں میں خصوصاً جو دعائیں کیجاتی ہیں۔ وہ قبول کی جاتی ہیں۔ جن لوگوں کو اعتکاف کا موقع نہیں ملا۔ وہ نہیں سمجھ سکتے۔ مگر جن کو موقع ملا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ کس طرح اعتکاف میں دعاؤں کی تحریک ہوتی اور پھر ان کی قبولیت کا پتہ لگتا ہے۔“

(الفضل جلد 2 نمبر 64 مورخہ 12، نومبر 1914ء صفحہ نمبر 12 زیر عنوان، ضمیمہ درس صفحہ 84)

سامعین! آپؓ سورۃ الفجر میں آیات وَالْفَجْرِ۔ وَلَيَالٍ عَشْرٍ۔ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم شہادت کے طور پر فجر کو پیش کرتے ہیں۔ ہم فجر کی قسم کھاتے ہیں۔ اعتکاف کے لیے بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں کبھی دس دن ہو جاتے ہیں اور کبھی گیارہ۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔ کہ ہم جفت اور طاق کی قسم کھاتے ہیں۔ اور رات کی جب چلنے لگے یا گذر جائے۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ کے معنے یا تو لیل ٹائم کے مطابق یہ ہیں کہ اور رات کی قسم جب اس میں چلا جاتا ہے یعنی انسان اس میں روحانی ترقیات حاصل کرتا ہے۔ یا اس کے معنی ہیں کہ رات کی قسم جب وہ نصف تک پہنچ جائے اور اس صورت میں یہ مطلب ہو گا کہ آخر حصہ رات میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اسلیئے اِس کی قسم کھائی۔ اللہ تعالیٰ کفار کو فرماتا ہے کہ جب ایسے ایسے اوقات نبی کے لیے مقررہ ہیں کہ ان میں فوراً دعائیں قبول ہو جاتی ہیں تو تم کیوں اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے یہ اوقات اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ سلم کے طفیل تمہیں بھی بتائے ہیں۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو قبولیت دعا کا وقت بتانے کے لیے باہر نکلے تھے۔ مگر اسوقت دو آدمی آپس میں لڑتے ہوئے آپ نے دیکھے

تو فرمایا کہ تم کو دیکھ کر مجھے وہ وقت بھول گیا ہے مگر اتنا فرما دیا کہ ماہ رمضان کی آخری دس راتوں میں یہ وقت ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ اِن راتوں کے علاوہ بھی یہ وقت آتا ہے۔ مگر رمضان کی آخری راتوں میں قبولیت دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تجربہ کی ناپر فرمایا اہے کہ ستائیویں کی رات کو یہ وقت ہوتا ہے۔“

(الفضل قادیان مورخہ 12 نومبر 1914ء صفحہ 12)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے فیوض سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡